قسط نمبر ۴

مُلّا صدرا

محمّد عبدالغنی

ایک بزرگ ایرانی فلسفی کا تعارف

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ موت اور قیامت کے بعد ہم دوبارہ اپنی حالت وحدت وجودی میں پلٹ جائیں گے اور تمام ماہیات واعراض معدوم ہو جائیں گی۔ نیز یہ کہ دنیا کے تمام ازمنہ ایک لمحہ یا ایک آن (INSTANT) کی طرح معلوم ہوں گے۔ نیز تمام امکنہ ایک نقطہ (POINT) معلوم ہوں گے۔[1] غرض زمان و مکان کی بھول بھلیوں (RIDDLE & ILLUSION) اور حرکت (MOTION) کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔

یہاں ایک نقطہ کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے تاکہ اُلجھن دُور ہو جائے۔ اوپر ہم نے جوہر کے اقسام میں صورت و مادہ کا ذکر کیا ہے۔ صورت (FORM) سے کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ وہ عرض ہے جس کا وجود کسی جسم پر موقوف ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر جسم مادہ و صورت سے مرکب ہوتا ہے۔ اور مادہ ہمیشہ بالقوہ، اور صورت بالفعل ہوتے ہیں۔ پس ایک جسم کی فعلیت (ACTUALITY) کو صورت کہا جاتا ہے۔ بنا بریں صورتِ جسمیہ (BODILY FORM) وہ ہے جس میں ابعاد ثلاثہ پائے جائیں۔ لہٰذا صورتِ جسمیہ کو صورتِ نوعیہ (FORM OF SPECIES) اور شکل (SHAPE) سے ایک نہ سمجھنا چاہیئے۔ دیکھیئے انسان، گھوڑا، پتھر یہ تینوں از لحاظ صورت جسمیہ (قبول ابعاد) باہم ایک ہیں لیکن از لحاظ صورت نوعیہ و شکل باہم مختلف ہیں۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مادہ و صورت ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔[2]

---

[1] ملا صدرا۔ حکمتِ عرشیہ۔ ص ۲۶۳۔ [2] محمد خوانساری۔ منطق صوری۔ ص ۱۳۱-۱۳۲۔

پچھلے صفحات میں ہم حرکت و زمان و مکان اور انسان کی حالت اصلی سے (PRIMORDIAL IS TATE) ہبوط کے بارے میں بحث کر چکے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہبوط کے معنی شعورِ وجودی و وحدتِ وجودی (ONTOLOGICAL CONSCIOUSNESS) کو کھو دینا ہیں۔ اور اس کا انجام یہ ہُوا کہ ہم اعراض و کثرت کے دھوکے (ILLUSION) کا شکار بن گئے۔ ہبوط کے معنی یہ بھی ہیں کہ ہم شعور مابعد الطبیعہ (METAPHYSICAL CONSCIOUSNESS) سے غافل ہو گئے تو اس کی سزا یہ ہوئی کہ ہمارے پاس صرف طبیعی و جسمانی و حسی (SENSIBLE & PHYSICAL) شعور باقی رہ گیا۔ پس یہ ہبوط ہی ہماری "انا" و "انانیت" (EGO + EGOTISM) کا منشاء ہے۔ کیوں کہ اس کے بعد آدم و حوا کے درمیان جدائی اور ایک دوسرے کے ضد و مخالف ہونے کا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ پس اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ہمارا انا (EGO) اور ہمارا وجود باہم گرا جنبی (FOREIGN + ALIEN) ہیں۔ کیونکہ "انا" کے معنی ہی شعورِ وحدتِ وجودی سے غافل ہونا اور اسے بھول جانا ہیں۔ اور اپنے وجود کو بھول جانے کا مطلب یہ ہے کہ وجود مطلق یعنی خداوند تعالیٰ کو بھول جانا۔ لہذا ہم اس نتیجہ پہ پہنچ سکتے ہیں کہ ہمارا انا خداوند تعالیٰ کو بھول جانے کی ایک مجسم شکل ہے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے: اَوّلُ نَاسٍ اَوّلُ نَاسٍ۔ یعنی پہلا انسان پہلا بھولنے والا ہے۔ تو ہمارا وجود اور ہمارا انا ایک دوسرے کے سخت دشمن اور مخالف و متبائن (IRRECONCILABLE) ہیں۔

پس اس ہبوط کی وجہ سے حقیقت منقلب ہو گئی۔ وہ چیز جو غیر حقیقی و مصنوعی اور فنا پذیر ہے، ہماری نظر میں حقیقی، اصلی اور پائدار معلوم ہونے لگی۔ اسی وجہ سے دنیاوی زندگی اور اس کے ساز و سامان فریب دہ ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: "ما الحیٰوۃ الدنیا متاع الغرور" (اور دنیا کی زندگی تو یہی دھوکے کا مال ہے)[۳]۔ لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ وہ چیزیں جو غیر مادی، روحانی اور امر مابعد الطبیعہ (METAPHYSICAL) اور غیر محسوس ہیں، زیادہ حقیقی و اصلی (MOR E REAL) ہیں بہ نسبت ان چیزوں کے جو مادی، جسمانی و محسوس ہیں۔ پس جیسا کہ ہر چیز کی حقیقت اور قوام اس کا وجود ہے، اسی طرح مادی و محسوس دنیا کا قوام (SUPPORT) عالم الغیب

۳؎ قرآن مجید۔ العمران: ۱۸۵۔

(METAPHYSICAL WORL) ہے[4]۔ اس نظریہ کی تائید میں ملا صدرا کہتے ہیں کہ بظاہر
ہوئے الفاظ (LITERAL TEXT) کے پردہ میں ایک فکر وتخیل (IDEA) پوشیدہ
ہے۔ ایک جسم میں نفس (SOUL) مخفی ہے۔ ایسے ہی اس دنیائے مادی ومحسوس کے پس منظر
(BACKGROUN) میں ایک دنیائے مابعد الطبیعہ ہے[5]۔ پس جیسا کہ بغیر فکر وتخیل کے لکھے
ئے الفاظ، قلم کی چند لکیروں کے سوا اور کچھ نہیں، اور نفس کے بغیر جسم فقط خاک کا ڈھیر ہے۔ اسی
عالم الغیب کے قوام کے بغیر یہ دنیا قائم ودائم نہیں رہ سکتی۔ بظاہر لکھے ہوئے الفاظ محسوس
۔ لیکن فکر ومفہوم غیر محسوس وغیر مرئی ہے۔ جسم محسوس ہے لیکن نفس محسوس ومرئی نہیں۔ ایسے
یہ دنیا بھی محسوس ہے لیکن عالم مابعد الطبیعہ محسوس ومرئی نہیں۔ بظاہر لکھے ہوئے الفاظ اور جسم
اور انہدام پذیر ہیں (PERISHABLE & DESTRUCTIBLE) لیکن ایک
نفس غیر فانی وناقابل انہدام (IMPERISHABLE & INDESTRUCTIBLE)
۔ اسی طرح یہ دنیائے مادی فانی وانہدام پذیر ہے۔ لیکن دنیا ماوراء الطبیعہ دنیائے ثبات و
مد (ETERNAL) ہے۔ ہم لکھے ہوئے الفاظ میں کثرت (MULTIPLICITY) دیکھتے
، جسم اور اس کے اعضاء وجوارح بھی کثرت پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ صورت فکر ونفس میں نہیں
میں سے ہر ایک جداگانہ وحدت (UNITY) پر دلالت کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ دنیائے مادی
یت کا گہوارہ ہے۔ جبکہ عالم الغیب وحدت کا۔ پس معلوم ہوا کہ جو چیزیں فنا پذیر، باطل،
لی اور غیر حقیقی ہیں وہی مادی ومحسوس ہیں۔ اور جو چیزیں غیر مادی، مابعد الطبیعہ و برتر از
سوسات ہیں، وہ حقیقی، لازوال اور اصلی ہیں۔ دیکھئے اگر ہم اپنے نفس (SOUL) کے افعال
غور کریں تو دیکھیں گے کہ ہمارے حواس خمسہ (ظاہرہ) اس عالم الشہادہ یعنی دنیائے مادی و
سوس کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور ہماری چار حواس باطنہ (FACULTIES) قوت خیال،
(THOUGH) قوت تخیل۔ (IMAGINATION) قوت حافظہ۔ (MEMORY) و

---

[4] ملا صدرا۔ اکسیر العارفین۔ الرسائل۔ ص ۲۹۶۔

[5] ایضاً۔

[redacted]

قوتِ تعقل (INTELLECTION) - یہ سب عالم الغیب (METAPHYSICAL WORLD) سے متعلق ہیں۔ حواس خمسہ زمان و مکان کے ساتھ مقید ہیں۔ لیکن حواسِ باطنہ زمان و مکان کی قید سے آزاد ہیں۔ حواسِ خمسہ میں خود مختاری و آزادی نہیں یعنی اگر نفس دیکھنا چاہے تو آنکھ کی مجال نہیں کہ وہ دیکھنے سے انکار کر دے اور بند رہے، ایسے ہی اگر نفس سننا چاہے تو کان کی طاقت نہیں کہ وہ نہ سُنے۔ لیکن حواس باطنہ کو کچھ اختیار ہے۔ مثلاً قوتِ تخیل شیطانی وساوس قبول کر کے عقل کو پریشان و پراگندہ کر سکتی ہے[۷]۔ حواسِ خمسہ کثرت پر دلالت کرتے ہیں۔ اس لئے آنکھ کی طاقت نہیں کہ وہ کان کا کام انجام دے۔ کان کی صلاحیت نہیں کہ وہ قوتِ لمس کا کام انجام دے۔ ہر ایک اپنے کام تک محدود ہے۔ لیکن حواسِ باطنہ میں ایک وحدت پائی جاتی ہے۔ قوتِ خیال ایک صورت (FORM) کو قوتِ تخیل کے پاس بھیجتی ہے اور قوتِ تخیل اسے قوتِ حافظہ کی طرف بڑھاتی ہے۔ اور قوتِ حافظہ اسے قوتِ تعقل تک پہنچا دیتی ہے۔ یہ چاروں ایک ہی قوت معلوم ہوتی ہیں۔ ان میں کوئی حد بندی نہیں۔ اگر مزید تجزیہ و تحلیل کیا جائے تو یہ نو[۹] قوتیں ایک ہی نفس میں پائی جاتی ہیں[۸]۔ پس ہمارے نفس میں جو وحدت پائی جاتی ہے وہ عالم الغیب کی وحدت کو اشارۃً (SYMBOLIZE) پیش کرتی ہے۔

اوپر ہم انسان کی حالت اصلی و کامل سے ہبوط کے بارے میں بہت گفتگو کر چکے ہیں۔ اس سلسلہ میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ملا صدرا کے نزدیک ہر انسان ایک چھوٹی دنیا عالمِ صغیر (MICROCOSM) ہے۔ اور اس کائنات کو ایک بڑی دنیا عالمِ کبیر (MACROCOSM) کہا جاتا ہے[۹]۔ پس عقل کا یہی تقاضا ہے کہ جو احکام چھوٹی دنیا پر صادق آتے ہیں وہ بڑی دنیا پر بھی بطریقِ اولیٰ صادق آئیں۔ اس سے ہم یہی نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ جب انسان (عالم صغیر) اپنی حالتِ اصلی اور کمال سے ہبوط کر چکا ہے تو یقیناً یہ کائنات (عالم کبیر) پہلے ہی اپنی حالت اصلی و کمال یعنی اپنے مبداء و منبعِ مابعد الطبیعہ (METAPHYSICAL SOURCE + ORIGIN) سے ہبوط کر

---

[۷] ایضاً۔ ص ۲۹۲۔ ۲۹۴۔ [۸] ایضاً۔

[۹] ایضاً۔ ص ۳۲۲۔ ۳۲۳۔

چکی تھی۔[9] کیونکہ ملاصدرا کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلی عقل (INTELLECT) ہے تو پھر عقل سے نفس (SOUL) کا صدور (EMANATION) ہُوا۔ اور پھر نفس سے طبیعہ (NATURE) کا صدور ہُوا۔ اور طبیعہ سے جو آخری صدور ہُوا اسے ہیولیٰ (HYLE) یا مادہ اولیٰ (PRIME MATTER) کہا جاتا ہے۔ پس ہیولیٰ وجود کے ظہور کا انتہائی درجۂ تنزل ہے۔ بالفاظِ دیگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہیولیٰ ظہورِ وجود (MANEFESTATION OF BEING) کا حاشیہ (BORDER) ہے۔[10] خداوند تعالیٰ کی اس سلسلۂ خلقت (عقل سے ہیولیٰ تک کے صدور) کو "ابداع" کہا جاتا ہے۔ خداوند دوبارہ ایک نئی خلقت یعنی ہیولیٰ سے عناصر، جماد، نبات، حیوان اور انسان تک وجود میں لائے، اسے "تکوین" کہا جاتا ہے۔ آگے چل کر ہم ابداع اور تکوین کے بارے میں تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

ہبوط کے مسئلہ نے رہائی، نجات (SALVATION) اور تلافی کا مسئلہ ایجاد کیا۔ چنانچہ انسان، یہ دنیا اور ہیولیٰ یہ تینوں حالت ہبوط میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہیولیٰ کو اپنی رہائی اور تلافی کے لئے ایک استعداد (POTENTIAL POWER) عنایت فرمائی تاکہ وہ ہر صورت (FORM) کو قبول کر سکے۔ اور اس دنیا کو نجات حاصل کرنے کے لئے مختلف اشیاء و انواع (SPECIES) سے مزین کیا گویا اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو ہیولیٰ (MATTER) کی روشنائی سے نقش و نگار بنا کر اسے آراستہ کیا۔[11] اور انسان کو نجات کے لئے نفسِ ناطقہ یا نفس وابستہ با عقل (RATIONAL SOUL OR INTELLECT BOUND SOUL) عطا کیا۔ اگرچہ ہبوط کی وجہ سے اس عقل میں خلل آگیا ہے۔ پھر بھی عقل انسان میں ایک شعلہ ملکوتی (DIVINE SPARK) ہے۔ کیونکہ فقط عقل ہی ادراک کر سکتی ہے کہ یہ کائنات معلول ہے ایک ایسی علتِ تام کا جسے الفاظ کے ذریعے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ (INEFFABLE CAUSE)، فقط عقل ہی اس حقیقت کو کشف کر سکتی ہے کہ یہ دنیائے حسی (SENSIBLE WORLD) ایک

---

[9] ایضاً۔ ص ۳۲۲۔ ۳۲۳

[10] ملاصدرا۔ الواردات القلبیہ۔ ص ۲۵۰۔

[11] ملاصدرا۔ اکسیر العارفین۔ الرسائل۔ ص ۲۹۹ - ۳۰۰۔

کپڑے کے مانند ہے جس کا تار و پود حرکت، زوال، مختلف صورتوں کا مسلسل دھارا (CURR-ENT OF FORMS -) بوسیدگی اور موت ہے یہ حقیقت ایک اور عالم کی طرف جو ثبات سرمد ہو، اشارہ کرتی ہے۔ اسی طرح عقل قادر ہے کہ عاقل و ہوشیار انسان کے ذہن میں ایک احساس غربت کو ایجاد کرے اور اس میں عالم ملکوت کے لئے ایک خواہش و آرزو (NOSTALGIA) کو ابھارے، پس عقل کے ذریعہ ہم اپنے نقائص و عیوب (LIMITATIONS) سے آگاہ ہو سکتے ہیں اور اس حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں کہ ابھی ہم اس دنیا میں جس طرح ہیں درحقیقت ہم ویسے نہیں ہیں۔ یعنی ہمارا اصلی وطن کہیں اور ہے ہم اس دنیا میں جلا وطن شخص (EXILE) کی طرح ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: "سنریهم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسهم حتیٰ یتبین لهم انه الحق"[12] ہم انھیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے اپنے (نفس) میں یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔

پس فلسفہ اسلامی ایک انسان کو بدیہی (A PRIORI) تصور میں مجسمہ عقل سمجھتا ہے۔ یعنی انسان اوّلاً عقل (INTELLECT) ہے اور ثانیاً کچھ اور۔ اسی لئے ملا صدرا کہتے ہیں کہ انسانی جسم کا کمال بالفعل (ENTELECHY) نفس ناطقہ ہے۔ اور نفس ناطقہ کا کمال بالفعل عقل (INTELLECT) ہے۔ اور عقل کا کمال بالفعل اللہ تعالیٰ سے ملاقات (ENCOUNT-ER WITH GOD -) ہے[13]۔ اس نظریہ کو دوسری عبارت میں یوں ادا کیا جا سکتا ہے کہ "انسانِ جسمانی" کے پسِ منظر (BACKGROUND) میں "انسانِ نفسانی" (SOUL BOUND MAN) پوشیدہ ہے۔ اور "انسانِ نفسانی" کے پسِ منظر میں "انسانِ عقلانی" (INTELLECT BOUND MAN) مخفی ہے۔ اور انسانِ عقلانی کو خداوند تعالیٰ کے ساتھ ایک ربط اور لگاؤ ہے[14]۔ (ہم نفسِ ناطقہ کی بحث میں اس نظریہ کے متعلق تفصیل سے گفتگو کریں گے)۔ اسی وجہ سے ملا صدرا پہلے

---

[12] قرآن۔ حٰم السجدۃ: ۵۳۔ [13] ملا صدرا۔ الشواہد الربوبیہ۔ ص ۲۰۷ - ۲۰۴۔
ملا صدرا۔ اکسیر العارفین۔ الرسائل۔ ص ۳۲۲۔

[14] ملا صدرا۔ رسالۃ فی الحشر۔ ص ۲۴۹۔

نِ کامل ابوالبشر حضرت آدم کو عقل (INTELLECT) کے ذریعۂ ابونا العقلی کہہ کر شناخت
(IDENTI کرتے ہیں اور حوا کو نفس امارہ (SEDUCING SOUL) کے ذریعے
اخت کرتے ہیں[15]۔ اوپر گذر چکا ہے کہ عقل سے نفس کا صدور (EMANATION) ہوا۔ ایسے
دم کے ایک پہلو سے حوا نکلی تھی۔ بنا بریں اگر حوا معلول ہے تو آدم علت۔ اور پہلے گذر
ہے کہ معلول علت ہی کی ذات سے ہوتا ہے لیکن ضعیف۔ پس اگر حوا نفس ہے اور آدم عقل
تو نفس عقل ہی کی ذات سے ہے لیکن ضعیف۔ اسی وجہ سے ملا صدرا نفس کو آگ یا نار سے
بیہہ دیتے ہیں۔ آگ دو چیزوں کی آمیزش کا نام ہے۔ نور اور حرارت یا احراق۔ یہاں تمثیلاً نور
کی نمائندگی کر رہی ہے۔ اور حرارت و احراق نفس کی۔ پس نفس اگر درجۂ استکمال کو پہنچے تو وہ
انور یعنی عقل ہو جاتا ہے اور کوئی مادہ احراق باقی نہیں رہتا۔ اور اگر نفس ترقی نہ کرے بلکہ
ل کرے تو اس کا مادۂ نور یعنی عقل خالص نار و ظلمت میں مبدل ہو جاتا ہے[16]۔ اسی طرح عقل
خداوند کی پہلی خلقت ہے تو عقل معلول ہے اور اللہ علت تام یا علت اولیٰ ہے۔ مذکورہ
دہ کے مطابق عقل معلول ہونے کی حیثیت سے ذاتِ خداوند کی تاثیر ہیں سے ہے۔ جب خداوند
د مطلق ہے تو عقل بھی وجود ہوگی لیکن مقید و مستعار۔ پس عقل کا کمال بالفعل (ENTELE-
CH-) خداوند سے ملاقات ہے۔ یعنی مخلوق ہونے کی حیثیت سے خداوند تعالیٰ سے جو
ری و جدائی ہوئی۔ تو اس دوری و جدائی کو ختم کر کے خداوند تعالیٰ سے ملنا (وصال) ہی عقل
کمال بالفعل ہے۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ وجود کے مرحلہ میں انسان نیم ملکوتی (QUASI-
DIVIN) ہے یعنی ہم خداوند تعالیٰ کی صفات سے اپنے آپ کو متصف کر سکتے ہیں۔ جیسا
حدیث میں ہے:۔ تخلقوا باخلاق اللہ۔ تو معلوم ہوا کہ ہم میں صفاتِ خداوند تعالیٰ کا ایک
حد تک ظہور ہو سکتا ہے۔ گویا ہم میں خداوند کا کچھ ہے۔ لیکن ہماری کوئی چیز خداوند تعالیٰ میں نہیں

(WE HAVE SOME-THING OF GOD BUT GOD HAS NOTHI
OF US)

ذات منزہ و پاک ہے۔

الغرض آدم علیہ السلام انسان کامل (UNIVERSAL MAN) تھے۔ اگرچہ ان کو وجود

---

[15] صدرا۔ اکسیر العارفین۔ الرسائل۔ ص ۲۲۲ [16] ملا صدرا۔ الشواہد الربوبیہ۔ ص ۱۹۸۔

[redacted]

ں لانے کے لئے خداوند تعالیٰ نے مادہ (MATTER) اور مختلف عناصر طبیعی سے کام لیا
ردہ انسانی کمال کا اصل نمونہ یا ابتدائی نمونہ (INTELLECTUAL PROTOTYPE) تھے
طلب یہ کہ امر الٰہی کے باعث ان کے مادہ میں قلب و تبدل وجودی (ONTOLOGICAL
TRANSMUTATIOI) ہُوا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مادہ بھی بہشتی حالت میں، عالم
ملکوت تک پہنچ سکتا ہے، بشرطیکہ وہ بلحاظ وجود (ONTOLOGICALLY) کامل و خالص
ن جائے۔ یہی وجہ ہے کہ نوعِ انسان (HUMAN SPECIES) دوسرے تمام انواع سے برتر
ہے کہ انسان مادی و طبیعی ہونے کے باوجود بھی غیر مادی و روحانی و عقلانی بن سکتا ہے۔ الغرض
ہبوط کے بعد آدم و حوا، تمام کمال و فعلیت (ACTUALITY) کو کھو بیٹھے تھے۔ اور ہر حیثیت
سے ناقص، ناتوان و بے چارہ ہو گئے تھے۔ گویا وہ ہیولیٰ اولیٰ (PRIME MATTER) کے درجہ
(STATUS) میں پہنچ گئے اور ہر حیثیت سے بالقوۃ (POTENTIAL) ہو گئے۔ (یہاں
صرف مقام کمال سے تنزل ہی سمجھانا مراد ہے)۔

ہبوط کا یہ ڈرامہ ہر منفرد شخص کی زندگی میں منعقد ہوتا ہے یعنی اس کے نفس کا ماں کے رحم
میں نازل ہونا اور نطفہ سے مل کر ایک ہونا۔ اسی نفس کے فی الواقع (VIRTUAL) ہبوط پر
دلالت کرتا ہے[۱۷] دیکھئے رحم میں نفس بالکل منی کے ساتھ مل جاتا ہے اور ہیولیٰ اولیٰ کی طرح بالکل
بالقوۃ (POTENTIAL) ہو جاتا ہے۔ آگے چل کر نفس ناطقہ کی بحث میں بالتفصیل گفتگو
کریں گے۔

الغرض ہبوط کے بعد آدم و حوا کے درمیان جدائی ہو گئی اور وہ ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ پھر
انواع و اقسام کے مصائب جھیلنے کے بعد ایک دوسرے کے ساتھ جا ملے اور ان کو قرار و اطمینان حاصل
ہُوا۔ کیوں کہ وہ ایک دوسرے کے مکمل تھے، ایسے ہی نفس ناطقہ کا قبلہ اور کمال عقل ہے ——
(INTELLECT BOUND OR ORIENTATED SOUL) لہذا جب تک
نفس، عقل کو عملی جامہ نہ پہنائے (REALIZATION) اور عقل کو بالفعل نہ کرے (ACT-
UALIZATION-) اس وقت تک نفس اپنے کمال کو نہیں پہنچ سکتا، اور نفس مطمئنہ کے درجہ

---

[۱۷] ملا صدرا - اکسیر العارفین - الرسائل - ص ۳۲۲ -

اصل نہیں کر سکتا۔ دیکھئے آدم و حوا، ایک دوسرے کے مکمل تھے کیونکہ حواء کو آدم ہی کی ذات
نکالا گیا تھا جیسا کہ نفس کا صدور عقل سے ہوا تھا، اس کی مثال ہماری عام زندگی میں ملتی ہے اور
ہتے ہیں میاں بیوی میں سے ہر ایک دوسرے کو مکمل کرتا ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے "ھن لباس
و انتم لباس لھن"۔ اگرچہ رحم مادر میں ہر نفس کا ہبوط ہوتا ہے۔ لیکن فکر کی ضرورت
ں، کیونکہ یہ نفس عقل کا حامل ہے۔ اور عقل میں یہ صلاحیت ہے کہ عالم ملکوت سے ٹوٹا ہوا
ا (BROKEN LINK) دوبارہ قائم کر سکے۔ اسی وجہ سے قرآن نے اس دنیائے محسوس
علامتی اور اشاری ہونے کی اہلیت (SYMBOLIC SIGNIFICANCE) کو بلاغت و
حت سے بیان کیا اور انسان کو اولوالالباب (ENDOWED WITH INTLLECT)
خطاب کر کے تدبر و تفحص کے لئے اُبھارا تاکہ وہ سمجھے کہ کائنات کی ہر چیز اور ہر ہر ذرہ اور وہ
ت جو ان میں مضمر ہے اپنے صانع یکتا و بے ہمتا۔ بیان سے برتر (INEFFABLE) اور
مطلق خداوند تعالیٰ کے وجود پر گواہ ہے۔ بظاہر قرآن کے تمام آیات و کلمات کثرت ——
(MULTIPLICIT) پر دلالت کرتی ہیں، ایسے ہی دنیا کی مختلف اشیاء کثرت ہیں۔ اور
ے کہ ہر ہر جملہ خداوند کی ایک نشانی ہے اسی طرح دنیا کی ہر چیز بھی اسی کی نشانی ہے۔ اس عالم
شہادہ کی ہر چیز اپنے عالم الغیب کے وجود پر گواہ ہے۔ پس اس نقطۂ نظر سے دنیا ایک بڑا
ئب خانہ (GREAT MUSEUM) ہے اور ہم مجبور ہیں کہ اس عجائب خانہ کے اندر
رکریں اور علم کسب کریں، فکر و تدبر کریں، جہاں ہر مخلوق اپنے طور پر اپنے خالق بے مثال کے
د پر گواہی دے رہی ہے۔ لیکن اگر موجودات کو سرسری نقطۂ نظر سے، جدا (ASISOLATED
(PHENOMAN) کر کے دیکھا جائے تو وہ سب دھوکے اور فریب کے سامان و اسباب
ں جس کو دنیا کا حقیر متاع کہا جاتا ہے۔ جو ہمارے حقیقت و یقین تک پہنچنے کی راہ میں حائل
ہو جاتا ہے۔

ملاصدرا کے نزدیک یہ خلقت ایک سفر ہے اس کا آغاز خداوند سے ہوا، اور اس کا انجام
داوند ہی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے: انا للہ و انا الیہ راجعون[18]۔ "ہم اللہ کے لئے ہیں اور
کو اسی کی طرف پھرنا ہے"۔ اور عرفاء کے نزدیک یہ خلقت ایک انوکھا پیغام (MESSAGE)

۱۸۔ قرآن۔ بقرۃ: ۱۵۶۔

[redacted]

ہے جس کا مبداء و معاد (ALPHA + OMEGA) خداوند ہی ہے۔ پس کوئی یہ نہ سمجھے کہ خلقت کا آغاز مادہ (MATTER) سے ہُوا۔ چنانچہ قرآن میں ہے: ھو الاول و الآخر و الظاھر و الباطن[۱۹] "وہی اوّل، وہی آخر، تو ہی ظاہر، وہی باطن"۔

مختصر یہ کہ ملا صدرا کے نزدیک کمال (PERFECTION) ہمیشہ فی الذات (ESSEN-TIALLY) نقص و قصور (IMPERFECTION) سے آگے ہے۔ اسی طرح وجودِ مطلق وجود مقید سے اور علت معلول سے، حیات موت سے، خالق مخلوق سے مقدم ہیں اسی طرح خیر شر (EVIL) سے پہلے ہے[۲۰]۔ اگر خالق نہ ہو تو مخلوق کا تصور محال ہے۔ اگر حیات نہ ہو تو موت کا تصور غیر ممکن ہے۔ اگر کمال و خیر نہ ہوتے تو نقص و شر کا تصور ناممکن ہوتا۔ اسی طرح اگر خداوند۔ قادرِ مطلق۔ وجودِ مطلق۔ واجب الوجود نہ ہوتا تو ناقص ممکن الوجود یا موجودات کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ خداوند کے مقابلہ میں تمام موجودات اعراض (ACCIDENTS) کی حیثیت رکھتی ہیں۔ کیونکہ وہ فانی ہیں۔ ایسے ہی حیات کے مقابلہ میں جو اصیل (PRINCIPIAL) ہے موت ایک عرض (ACCIDENT) ہے۔ ایسے ہی شر (EVIL) خیر کی نسبت سے عرض ہے اور انجام کار جتنے اعراض ہیں سب زائل ہو جائیں گے۔ اور جو اصیل ہے وہ کمال و حقیقت ہے۔ وہ باقی رہ جائے گا۔ لہٰذا کوئی یہ نہ کہے کہ نطفہ ناقص حالت میں ہے اور وہ نقص سے کمال کی طرف جاتا ہے اور ایک بھولا بھالا انسان بن جاتا ہے تو یہاں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نقص کمال سے پہلے ہے۔ لیکن یہ غلط ہے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ انسانِ کامل یا نمونہ انسانِ کامل (PROTOTYPE + MODEL) پہلے ہی گذر چکا ہے۔ یہ فقط ہبوط کے بعد نقص و قصور انسان میں آ گیا تھا۔ لیکن یہ نقص و قصور عرض ہے دائمی نہیں۔ مندرجہ بالا نظریہ کہ کمال نقص سے، حیات موت سے، خیر شر سے، خداوند مخلوقات سے مقدم ہے۔ ہم یہ ثابت کرنے کی کوشش کریں گے کہ عصرِ جدید کا نظریہ ارتقاء (EVOLUTIONISM) بالخصوص ڈاروِن کا نظریہ (ORGANIC EVOLUTION) غلط اور انسانی فکری تعادل کے خلاف ہے۔ اس کی بنیاد باطل پر ہے جو حقیقت سے دور ہے — آئندہ ہم اس نظریہ کے بطلان پر گفتگو کریں گے۔ (مسلسل)

۱۹؎ قرآن۔ حدید: ۳۔ ۲۰؎ ملا صدرا۔ رسالہ فی الحشر۔ الرسائل۔ ص ۳۵۵۔